OPEN ACCESS

ABHATH

(Research Journal of Islamic Studies)

Published by: ***Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.***

ISSN (Print) : 2519-7932
ISSN (Online) : 2521-067X
April –June -2023
Vol: 8, Issue:30
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

فقہ اسلامی پر شاخت کے اعتراضات کا جائزہ

A Review of Schacht's objections on Islamic jurisprudence

Nadeela Shaheen
Mphil, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore: nadeelashaheen@gmail.com

Abstract

The Qur'an and the Ḥadīth, which are acknowledged as islamic sources, are the cornerstones upon which Islamic Jurisprudence is diligently constructed. Throughout Islamic history, Muslim scholars have been resorting to these sources to find answers to the diverse needs and problems of Muslim society. However, Orientalists and Joseph Schacht in particular, contend that the Islamic law was practically destroyed after the constructive phase, which led to the emergence of legal activity that was repetitive and unoriginal. The legal fields of Islamic studies have been significantly impacted by Schacht's views of the nature of Islamic law. Schacht had two strategies available to him either to make his determinations from an investigation of the first sources of Islam or to involve the works of early researchers as sources. He embraced the last option course. Consequently, it is completed a thorough investigation of these compositions to figure out what there may be in them that drove Schacht to his decisions. His work on Islamic law offered western Islamicists a broad survey and detailed description of many of the component parts and methodological tools of Islamic law. In this article the attention is drawn to significance and durability of legal logic in Islamic law and it is contended that Schacht has not only overgeneralized the facts but also used sources arbitrarily and made arbitrary decision.

Keywords: Jurisprudence, Joseph Schacht, Objections, interpretation

اسلام کے ساتھ یہود و نصاریٰ کی دشمنی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اسلام کی اپنی تاریخ ہے یعنی ابتدائے اسلام ہی سے یہود و نصاریٰ اسلام کے دشمن ہو گئے۔ ہر دور میں یہود و نصاریٰ کی دشمنی مختلف صورتوں میں

موجود رہی۔ ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے رہے۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ان اوچھے ہتھکنڈوں اور گھٹیا سازشوں کے خلاف عالم عیسائیت میں بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور اسے بُرا سمجھا جانے لگا۔ تو ان طاغوتی قوتوں نے علم کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اور تحقیق کے نام پر اسلامی علوم کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ علومِ اسلامیہ کی مستند حیثیت کو مشکوک بنا دیا۔ تحقیق کے نام پر قرآن و حدیث حجت کو متنازع بنانے کی مذموم کوششیں شروع کر دیں۔ اسلام دشمنی کی چودہ سو سالہ تاریخ میں سب سے خطرناک اور مؤثر کام یہی ہے جو تحقیق کے نام پر سرانجام دیا گیا۔ ایک طرف قرآن کی مصدریت سے انکار تو دوسری طرف حدیث پر خود ساختہ اور وضع ہونے کا الزام لگا کر پورے ذخیرۂ احادیث کو مشکوک اور باطل قرار دے دیا۔ اسی طرح مسلمانوں کے شاندار فقہی ذخیرہ پر چند سطحی اور فضول اعتراضات وارد کر کے اس کی ثقاہت کو کم کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی ہے۔ یوں تو یہ سلسلہ دو یا تین صدیوں پر محیط ہے مگر انیسویں صدی اس لحاظ سے منفرد اہمیت کی حامل ہے کہ اس صدی میں بہت سارے ایسے مغربی مفکرین پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے پیش رووں کے برعکس اسلام اور علومِ اسلامیہ پر نہایت فلسفیانہ گفتگو کی ہے جب کہ اس سے پہلے جو بھی کام ہوا وہ نہایت سطحی حیثیت کا حامل ہے۔

انیسویں صدی کے مغربی مفکرین میں ایک نام جوزف شاخت کا بھی ہے جس کی تحقیق اور علمی کارناموں نے مغربی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اور ایک عرصہ تک مغربی مفکرین اُن کے دلائل کے گرویدہ رہے لیکن گاہے گاہے مسلم مفکرین کی طرف سے دیے گئے جوابات کے بعد شاخت کی تحقیقات کی وہ پذیرائی نہ رہی جو پہلے پہل حاصل ہوئی تھی۔ یوں تو جوزف شاخت نے علومِ اسلامیہ کے بہت سارے شعبوں میں تحقیق کے نام پر تخریب کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سب سے زیادہ اس نے فقہ پر تحقیق کی ہے۔ اس مضمون میں شاخت نے فقہ کے حوالے سے جو اعتراضات اُٹھائے ہیں ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

فقہ کے آغاز وارتقاء کے متعلق شاخت کا نظریہ:

شاخت نے فقہ پر جو بنیادی اعتراضات کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بقول شاخت کے، کہ فقہِ اسلامی کا آغاز وارتقاء اموی خاندان کے دورِ حکومت میں ہوا ہے۔ یعنی فقہ کا وجود نہ تو نبی کریم ﷺ میں تھا اور نہ ہی صحابہ و تابعین کے دور میں تھا۔ یہ تو بعد کے زمانہ میں جب متاخر امویوں کے زمانہ میں انتظامی اُمور کے لیے قانون سازی کی ضرورت محسوس ہوئی تب فقہ کا آغاز ہوا۔ اور بتدریج اپنے نقطۂ کمال تک جا پہنچی۔ لہٰذا یہ دور نبوی ﷺ سے بہت بعد میں وجود میں آئی۔ شاخت ان الفاظ میں اپنے مؤقف کا اظہار کرتا ہے:

"The evidence of legal traditions carries us back to about the year 100 A.H. only; at the same Islamic legal thought started from late Umaiyed

administrative and popular practice, which is still reflected in a number of traditions."[1]

اپنی اس تحریر میں شاخت کا مؤقف یہ ہے کہ فقہی روایات کا تاریخی ثبوت زیادہ سے زیادہ ہمیں 100 ہجری کے آس پاس تک لے جاتا ہے۔ اس زمانے میں اسلامی قانونی فکر متأخر اموی حکمرانوں کے انتظامی اور اجتماعی قوانین کی تشکیل کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ شاخت اپنے اس اعتراض کی بنیاد فقہی روایات کی تاریخ حیثیت پر رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شاخت چوں کہ ایک خاص ذہن کے ساتھ ان روایات کا مطالعہ کرتا ہوا نظر آتا ہے اس کی یہ ذہن سازی گولڈزیہر کی تعلیمات کی مرہونِ منت نظر آتی ہے۔ جس کا وہ اظہار بھی اپنی کتاب میں کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"Goldziher, in another of his fundamental works, has not only voiced his 'sceptical reserve' with regard to the traditions contained even in the classical collections, but shown positively that the great majority of traditions from the Prophet, are documents not of the time to which they claim to belong, but the successive stages of development of doctrines during the first centuries of Islam. This brilliant discovery became the corner-stone of all serious investigation of early Muhammadan Law and Jurisprudence."[2]

گولڈزیہر نے اپنی تصنیف میں کلاسیکل مجموعوں میں موجود بیشتر روایات کے متعلق اپنی تشکیک کا اظہار کیا ہے اور یہ بات مثبت طور پر ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے نبی کریم ﷺ سے منقول و منسوب اکثر روایات زمانہ نبوی ﷺ سے تعلق ہی نہیں رکھتیں۔ یعنی جس زمانے سے وہ تعلق کی دعوے دار ہیں اس زمانے سے ان کا تعلق ہی نظر نہیں آتا۔ بلکہ ان روایات کا تعلق اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عقائد و افکار کی ترقی کے بعد والے دور سے ہے۔ اور یہ حیران کن انکشاف، اسلامی قانون اور فقہ کی تمام سنجیدہ تحقیقات کے لیے سنگ میل ثابت ہو گا۔

شاخت کے نظریہ کارد:

جیسا کہ ہم سابقہ سطور میں شاخت کے فقہِ اسلامی کے آغاز کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ بقول شاخت اور اس کے پیش رو گولڈزیہر کا کہنا ہے کہ اسلامی قانون یا فقہِ اسلامی کی ابتدا اموی دورِ حکومت کے اواخر میں ہوئی۔ جب انتظام امور کے پیش نظر قانون سازی کی گئی لیکن جب ہم ان مستشرقین کے اس اعتراض کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو

[1] جوزف شاخت، دی اوریجنز آف محمڈن جیوریسپروڈینس، (لندن: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۵۰) ص ۵

Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence,* (London: Oxford University Press, 1950), p. 5.

[2] ایضاً، ص ۴ Ibid, p. 4.

حیران کُن طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اعتراض حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ اسلامی قانون کی ابتدا تو عہدِ رسالت ﷺ میں ہی ہو چکی تھی۔ اسلامی قانون کا سب سے بنیادی اور پہلا مصدر قرآن مجید ہے۔ جس میں تقریباً پانچ سو آیات مبارکہ احکام اور قوانین کے متعلق ہیں۔ شاخت جیسے محقق سے اس بات کی قطعاً توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح حقائق سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ایسی چیزوں کی بنیاد پر کوئی نظریہ وضع کرے جو خود اہلِ اسلام کے ہاں بھی مسلمہ حیثیت نہ رکھتی ہوں۔ سب سے پہلے دلائل کا آغاز نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے کرتے ہیں تا کہ اس اعتراض کا رد اس انداز میں کیا جائے کہ کسی قسم کا شبہ اور ابہام نہ رہے۔

عہدِ رسالت ﷺ میں قانون سازی

ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کا قیام عمل میں آیا تو مسلم سوسائٹی کے لیے قانون سازی عمل میں لائی گئی۔ نبی کریم ﷺ کے دورِ مبارک میں آنحضرت ﷺ خود ہی مفتی الثقلین اور قانون ساز تھے کیوں کہ نبی کریم ﷺ وحی کے ذریعہ اللہ کی طرف سے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جیسا ارشادِ ربانی ہے:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [3]

(اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے مگر جو انھیں وحی کی جاتی ہے۔)

اس آیتِ مقدسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے احکام اور ارشاداتِ عالیہ اصل میں احکاماتِ الٰہی ہی ہیں جو آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے ادا ہوئے۔ گویا فقہِ اسلامی کو ہم بالفاظِ دیگر قانونِ الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں۔

رسولِ کریم ﷺ بحیثیت قانون دان و مفتی

رسول کریم ﷺ نہ صرف مصلح اور مبلغ توحید تھے بلکہ آپ ﷺ اذنِ الٰہی سے قانون دان اور شارع بھی تھے۔ آپ ﷺ کے احکامات پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض و لازم تھا اور ہے۔ مستشرقین کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ صرف مصلح تھے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی تشریعی حیثیت کا تعین تو خود قرآن کر رہا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا [4]

(جو کچھ رسول تمھیں دے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو اور جس سے منع کر دے تو اسے ترک کر دو۔)

[3] النجم 23: 3،4 Al Qur'ān, 23:3,4

[4] الحشر 59: 7 Al Qur'ān, 59:7

یہ آیتِ مبارکہ آپ ﷺ کے بطور قانون دان اور شارع ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی اسلامی فلاحی ریاست کے آئین اور قانون کی تشکیل کا عمل نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر ہی موقوف ہو گا۔ آنے والی سطور میں ہم ان قوانین کا اجمالی خالی پیش کریں گے جن کی تشکیل عہدِ رسالت ﷺ میں ہوئی۔

عہدِ رسالت ﷺ کے چند اسلامی قانون

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ بذاتِ خود مفتی اور شارع تھے۔ آپ ﷺ نے ہی پہلی اسلامی فلاحی ریاست کے لیے آئین اور قانون تشکیل دیا۔ اور اسلامی فقہ و قانون کی بنیاد رکھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسے بنیادی اصول و مبادی فراہم کیے جو قیامت تک اُمتِ محمدیہ کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔ اب ہم عہدِ نبوی ﷺ میں تشکیل شدہ قوانین میں سے چند ایک کا ذکر بطور دلیل کریں گے تاکہ شاخت کے اس نظریے کا رد کیا جا سکے کہ اسلامی قوانین کی تشکیل مابعد کے عہدوں میں ہوئی ہے۔

قانونِ شفعہ

رسولِ کریم ﷺ سے پہلے اس قانون کی دنیا کے دیگر قوانین میں نظیر نہیں ملتی۔ یعنی اس قانون کا تصور پہلی دفعہ دنیا کے سامنے آپ ﷺ نے ہی پیش فرمایا۔ اس قانون کے مطابق اگر کوئی شخص اپنی جائیداد کو بیچنا چاہے تو دیگر بیرونی یا اجنبی خریداروں کی نسبت اس غیر منقولہ جائیداد میں شریک حصہ داروں یا اس جائیداد کے پڑوسیوں کو اولین حق حاصل ہو گا کہ وہ اس جائیداد کو خریدیں۔

یہ نہایت ہی خوبصورت قانون ہے جس کے ذریعہ سے آپ ﷺ نے ہر مشترکہ غیر منقولہ جائیداد کے حامل شخص کو یہ تحفظ عطا کر دیا کہ وہ ناپسندیدہ شخص کو اپنی مصاحبت سے روک سکے۔ کیوں کہ اگر ناپسندیدہ یا غلط لوگ ایسی غیر منقولہ جائیداد میں حصہ دار بنتے ہیں یا پھر ہمسائیگی اختیار کرتے ہیں تو یہ چیز نقص امن اور لڑائی جھگڑے کا سبب بن جائے گی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اس قانون کے ذریعے سے فساد اور لڑائی جھگڑے کا سدباب بھی کر دیا اور مشترکہ جائیداد کے حصہ داروں کو شریر لوگوں سے تحفظ بھی فراہم کر دیا۔ اس قانون کو حقِ شفعہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ رسول ﷺ میں موجود ہے:

((عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشُّفْعَةُ فِي كُلِّ شِرْكٍ رَبْعَةٍ، أَوْ حَائِطٍ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ، حَتَّى يُؤْذِنَ شَرِيكَهُ، فَإِنْ بَاعَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ حَتَّى يُؤْذِنَهُ))[5]

---

[5] سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود (بیروت: المکتبۃ العصریہ، س ن)، ج:3، ص:285، رقم الحدیث:3514

Sulaiman bin Ashas, Sunun abi Daud, (Beruit:Al Maktbat ul Misriyah), 3/285, Ḥadīth No.3514

(یہ حدیث پاک جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تقسیم نہ ہو جائے تب تک حق شفعہ ہے اور پھر حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ ہو جائیں تب حق شفعہ حاصل نہیں ہو گا۔)

اس قاعدہ میں دیکھیے کس قدر فراستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہو رہا ہے کہ مبادا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ناپسندیدہ اور شریر آدمی ہمسائیگی یا شراکت داری میں شامل ہو کر ایک پُرامن انسان کے باعث تکلیف بن جائے تو اس فساد کا راستہ بھی نہایت تدبر اور مبنی بر حکمت قاعدے اور اصول سے بند فرمادیا۔

خرید و فروخت کے قوانین

خرید و فروخت انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ کہ خاص تو کجا عام آدمی کا بھی خرید و فروخت کے بغیر گزارہ ممکن نہیں۔ خرید و فروخت کے اکثر ضابطے عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی طے پا گئے تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے مذموم قوانین تجارت اور بیع و شراکت کے ایسے طریقے جن سے کسی ایک فریق کی حق تلفی کا خدشہ ہو اُن کو ممنوع قرار دے کر ہمیشہ کے لیے ان کو ختم فرمادیا۔ تاکہ کسی فریق کی حق تلفی نہ ہو جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیچی جانے والی چیز فروخت کنندہ کے قبضے میں ہونی چاہیے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کے ان تمام طریقوں کو غیر قانونی قرار دیا جن میں قیاس آرائی یا سٹہ بازی کا شائبہ پایا جاتا ہے۔

اسی طرح لین دین کے باہمی معاہدے کو فسخ کرنے کے اختیار کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک دونوں فریق لین دین کے مقام سے چلے نہ جائیں تب تک انھیں فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسی چیز پر بولی لگانے کی اجازت نہیں دی جس پر کسی دوسرے کی بات چیت چل رہی ہو۔ کیوں کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ بولی دینے والا صرف فروخت کنندہ کے مفاد کی خاطر قیمت بڑھانے کے لیے ایسا کر رہا ہو۔ جیسا کہ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے:

((لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ))[6]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع مت کرو۔)

یعنی جب کوئی شخص کوئی چیز خرید رہا ہو تو پھر اس کی بولی پر اپنی بولی مت دو۔ بلکہ ان کے مابین بات چیت مکمل ہونے تک کا انتظار کرو۔

---

[6] القشيري، مسلم بن الحجاج، الصحيح المسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربي، س ن)، ج:3، ص:1154

Alqashirī, Muslim bin Ḥajāj, Al Saḥiḥ al Muslim (Beruit: Dar ul Aḥyā Al Tarās ul Arbī), 3/1154

طلاق کے قوانین

میاں بیوی کے باہمی رشتہ کے متعلق حدود و قیود قرآن مجید میں واضح انداز میں بیان کی گئیں ہیں۔ عورت کو اپنے خاوند کی فرماں برداری اور اُس کے مال کی حفاظت کا حکم دیا ہے تو شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے اور اپنے مال میں سے اس پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن جب زوجین کے مابین تعلقات درست نہ رہیں اور نوبت یہاں تک آ پہنچے کہ کسی ایک کے حقوق تلف ہو رہے ہیں تو پھر ان کے مابین جدائی کا شریعتِ مطہرہ نے ایک راستہ رکھا ہے اور وہ ہے طلاق کا راستہ کہ جب میاں بیوی کے درمیان صلح اور افہام و تفہیم کی تمام صورتیں ختم ہو جائیں اور باہمی اختلاف ختم ہونے کا نام نہ لے رہا ہو تو طلاق کے ذریعہ سے علیحدہ ہو جائیں۔ تاکہ مزید خرابی سے بچا جا سکے۔ طلاق کے احکام کے متعلق اللہ پاک نے قرآن مجید میں پوری ایک سورۃ نازل فرمائی ہے جس کا نام ہی سورۃ الطلاق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس فعل کی مذمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت فعل ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کے احکام کی تشریح و توضیح کی اور بعض صورتیں جن کے متعلق واضح احکام موجود نہ تھے آپ ﷺ نے ان کے متعلق صراحت کے ساتھ احکام بیان فرمائے۔

وراثت کے قوانین و احکام

رسول کریم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی احکامِ خداوندی کی روشنی میں جہاں دیگر زندگی کے شعبہ جات کے متعلق قوانین و احکام جاری فرمائے وہیں پر آپ ﷺ نے وراثت کے متعلق بھی حکمِ قرآنی کی وضاحت اپنے فیصلوں اور ارشادات کے ذریعے سے بیان فرما دی تھی جیسا کہ احادیث میں صراحت کے ساتھ وراثت کے احکام مذکور ہیں۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے مال و متاع کا وارث نہیں بن سکتا جسے اس نے مار ڈالا ہو۔“ اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مشرک کسی مسلمان کے مال و متاع کا وارث نہیں بن سکتا۔ بہت ساری احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلامی فقہ کا آغاز و ارتقاء عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو گیا تھا۔

فوجداری قانون

انسانی زندگی کے دیگر شعبہ ہائے جات کی طرح اسلام کسی کی حق تلفی و زیادتی یا اس طرح کے دیگر جرائم کی نہ صرف سزا متعین کرتا ہے بلکہ ایک اسلامی معاشرے میں ہر شخص کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی یقینی دہانی کراتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی کے طور پر ایسے جرائم جن میں کسی کے حقوق کی پامالی یا جان و مال کا نقصان ہو اللہ پاک نے قرآن مجید میں ان کے متعلق قوانین اور سزائیں متعارف کروائی ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے ان مسائل کی جزئیات کو طے فرماتے ہوئے مزید تشریح و توضیح فرما دی۔ جس سے جوزف شاخت کے اس تاثر کی نفی ہوتی ہے کہ اسلامی قانون یا فقہِ اسلامی زمانہ نبوی ﷺ کے مابعد زمانوں میں سے کسی عہد کی پیداوار ہے۔ مقامِ

حیرت یہ ہے کہ شاخت اپنے نظریہ کی بنیاد میں کوئی ٹھوس دلائل فراہم نہیں کر سکا۔ بلکہ محض عقلی اور سطحی سے دلائل پیش کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

نکاح کے احکام

رسولِ کریم ﷺ نے معاشرے میں حیا اور نسل انسانی کی بقا کے لیے اس بات پر زور دیا کہ جو شخص حق مہر ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور اپنی بیوی کا خرچ اُٹھانے کی سکت رکھتا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کیوں کہ اسی طرح سے نسل انسانی کی بقا ممکن ہے اور معاشرے میں بے حیائی و فحاشی کا بہترین سدباب ہے۔

جنگی قواعد و ضوابط

رسول کریم ﷺ نے جہاں پر کسی بھی معاشرے میں حالت امن کے دوران رہن سہن کے لیے قوانین اور احکام بیان فرمائے ہیں وہیں پر حالتِ جنگ میں بھی قواعد و ضوابط کا التزام فرمایا ہے کیوں کہ کوئی بھی قوم یا ملک چاہے جس قدر مرضی پر امن ہو اور جنگ و جدل سے احتراز برتنے والا ہو لیکن کسی دوسری قوم یا ملک کا توسیع پسندانہ جذبہ انھیں بالآخر جنگ میں دھکیل دیتا ہے۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں قانون سازی

نبی کریم ﷺ کے وصال باکمال کے ساتھ قرآن و سنت کے ذریعے سے شریعتِ اسلامی کی تکمیل ہو گئی۔ اور یہی قرآن و سنت ہی باقی زمانوں کے لیے اولیں اور بنیادی مآخذ قرار پائے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں بہت ساری فتوحات ہوئیں تو مفتوحہ علاقوں کے لوگوں سے میل جول بڑھنے کی وجہ سے نت نئے مسائل در پیش آنے لگے۔ اسی طرح سے فقہ اسلامی کا دائرۂ اثر وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ کیوں کہ ہر علاقے کے اپنے رسوم و رواج ہوتے ہیں۔ نو مسلم آبادیوں کی وجہ سے مسائل میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ ان پیش آمدہ مسائل کا حل بھی از حد ضروری تھا۔ سو اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کہ جن کی تربیت خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی۔ ان مسائل کے حل کے لیے کوشاں ہوئے اور شریعت کے مزاج کے عین مطابق اور قرآن و سنت کی روح کے مطابق اجتہاد کو بروئے کار لائے۔ یہاں پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اجتہاد کا آغاز زمانہ نبوی ﷺ سے ہی ہو چکا تھا۔

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں قانون سازی کا طریقہ

جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کائنات ارضی پر وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنھوں نے بلاواسطہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے دربار گوہر بار سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ یہی وہ عظمت والی جماعت ہے جس نے قربِ نبوت ﷺ میں رہ کر دین کی تعلیم حاصل کی ہے۔ بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم رکھنے کے ساتھ ساتھ مزاجِ نبوت ﷺ سے بھی آشنائی رکھتے تھے اور انھیں تفقہ فی الدین بھی حاصل تھا۔

فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ سب سے پہلے قرآن مجید میں اس بارے حکم کو تلاش کرتے۔ اگر قرآن مجید میں واضح حکم نہ ملتا تو پھر سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتے۔ اگر سنت رسول ﷺ سے بھی کوئی واضح دلیل میسر نہ ہوتی تو پھر اجتہاد کرتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادوار میں اجتہاد اجتماعی طور پر کیا جاتا تھا۔ اسکا طریقۂ کار یہ تھا کہ جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو صائب الرائے اور فقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا جاتا۔ اور درپیش مسئلہ کو فقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس شوریٰ میں پیش کیا جاتا۔ شوریٰ اس مسئلہ پر بحث کرتی اگر بحث کسی نتیجے پر پہنچ جاتی تو اتفاقِ رائے سے اس مسئلہ کا حل نکال لیا جاتا۔ اگر بحث کسی نتیجے پر نہ پہنچ جاتی تو پھر خلیفہ کو اختیار ہوتا کہ جس کی رائے کو درست سمجھے لے لے۔

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں فقہی و قانونی تعلیم کا انتظام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فقہی تعلیم کا باقاعدہ انتظام کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی بھی سخت نگرانی کی کہ ہر شخص ہی فتویٰ نہ دیتا پھرے۔ جیسا کہ قاضی ظہور الحسن نے اپنی کتاب "تاریخ الفقہ" میں ذکر کیا ہے:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں اس امر کی سخت نگرانی کرتے تھے کہ مقررہ اصحاب کے علاوہ اور کوئی فتویٰ نہ دے تاکہ مسائل میں گڑبڑ نہ ہو۔"[7]

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف علوم کے لیے مختلف لوگوں کو جو اپنے اپنے علم میں ماہر تھے ان کو مقرر فرمادیا کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک قول بہت مشہور ہے:

"من اراد القرآن فليات ابي بن كعب و من اراد ان يسال الفرائض فليات زيد و من اراد ان يسال الفقه فليات معاذ"

"جو شخص قرآن سیکھنا چاہے وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سیکھے جو فرائض سیکھنا چاہے وہ زید رضی اللہ عنہ سے سیکھے اور جو فقہ سیکھنا چاہے وہ معاذ رضی اللہ عنہ سے سیکھے۔"

---

[7] ظہور الحسن، قاضی، "تاریخ الفقہ"، (حیدرآباد دکن: شمس الاسلام پریس، 1352ھ)، ص:19

Zahoor ul Ḥassan, Qazi, Tarikh ul fiqa, (Haidrabād Dakan: Shams ul Islam press, 1352H), p:19

عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قانون دان مفتیانِ کرام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بعد جب فتوحات زیادہ ہو گئیں اور اسلامی سلطنت کی سرحدیں وسیع ہو گئیں تو بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے دیگر بلادِ اسلامیہ میں منتقل ہوگئے اور وہیں اپنا مسکن بنا لیا۔ اور کچھ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں ہی رہ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کو یہ مقام حاصل نہ تھا کہ وہ فتویٰ جاری کر سکتا بلکہ اس کام کے لیے مخصوص اصحاب رسول رضی اللہ عنہم تھے جنھیں تفقہ فی الدین حاصل تھا۔ یوں تو بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو مختلف علاقوں میں فتویٰ اور سازی سازی کے لیے متعین تھے مگر مرکزی طور پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں قانون سازی کے عمل میں شریک رہتے تھے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1- حضرت عمر رضی اللہ عنہ 2- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ 3- حضرت علی رضی اللہ عنہ

4- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 5- حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ 6- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

7- حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما 8- حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

ائمہ اربعہ کے دور میں فقہی و قانونی ترقی

پہلی صدی اسلامی کا اختتام ہو رہا تھا اور دوسری صدی ہجری کا آغاز تھا۔ اس عہد میں فقہِ اسلامی میں بے پناہ ترقی ہوئی مکمل پختگی آگئی۔ جس کے بعد فقہِ اسلامی اور فقہاء نے اپنے ثمرات سے لوگوں کو حد درجہ مستفید کیا۔ جہاں لوگوں کی انفرادی زندگی میں مکمل رہنمائی کی وہیں پر اسلامی حکومتوں کو چلانے کے لیے صدیوں تک قانونی احکام فراہم کیے۔ اس دور میں ایسے نابغہ روزگار فقہاء پیدا ہوئے جنھوں نے ان فقہی مذاہب کے بنیاد رکھی جو آج تک پوری آب و تاب سے قائم ہیں اور صدیوں سے لوگوں کی فقہی ضروریات کو پورا کر رہے ہیں۔ ہر دور میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کا کا مناسب و موزوں حل پیش کیا۔ یہ فقہی مذاہب ہمارے سامنے اپنے اپنے فقہاء کے طرزِ فکر اور فہمِ شریعت کو مسائل کے استنباط اور فتاویٰ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اسی دور میں مختلف فقہی مسالک کا آغاز ہوا ہر مسلک کی اپنی خصوصیات تھیں جو اُسے دوسرے مسالک سے ممتاز کرتی تھیں۔ ان مسالک کے فقہاء کو ایسے عظیم اور جلیل القدر جانشین اور تلامذہ میسر آئے جنھوں نے نہ صرف اکابر فقہاء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا بلکہ اپنے استاد کے فقہی مذاہب کو مدون کرنے اور محفوظ کرنے میں مزید برآں اس کی ترویج میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان دلائل قطعیہ اور واضح تاریخی حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ شاخت کا یہ نظریہ خود ساختہ ہے جو کہ فقہِ اسلامی یا قانونِ اسلامی کی مستند حیثیت کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت پر شاخت کے اعتراض کا جواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام میں ایک شارع اور قانون دان کی مسلمہ حیثیت حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تشریعی یا قانون ساز کی حیثیت سے انکار تو دینِ اسلام کی عمارت کو منہدم کر دینے کے مترادف ہے۔ شاخت سے

پہلے کے مستشرقین نے بھی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو ہدفِ تنقید بنایا تھا لیکن ان کے اعتراضات حد درجہ سطحی اور بالکل عامیانہ سے تھے۔ لیکن شاخت نے جو اعتراضات اُٹھائے ہیں اور اپنی تحقیقات کی روشنی میں جو نتائج پیش کیے ہیں۔ بادی النظر میں وہ حقیقی اور بالکل منطقی نتائج نظر آتے ہیں لیکن اگر ان اعتراضات بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراضات بھی دلائل کے بغیر ہیں اور حقائق کے منافی ہیں۔ مقامِ حیرت ہے کہ مغربی دنیا میں اس قدر علمی شہرت کے حامل اور تحقیق کی دنیا میں ایک قد آور شخصیت اس قدر کوتاہ نظر کیسے ہو سکتی ہے۔ یا اس قدر متعصب کیسے ہو سکتی ہے کہ روزِ روشن کی طرح عیاں دلائل قطعیہ کو نظر انداز کر کے ایک نامناسب رائے قائم کر لی جائے۔ جب کہ یہ رویہ ایک محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔ آپ دیکھیے کہ شاخت کس طرح حقائق کو مسخ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی بطور قانون ساز حیثیت سے انکار کرتے ہوئے قانونِ اسلامی کی عمارت کو منہدم کرنے کی جسارت کرتا ہے:

"Law as such fell outside the sphere of religion; the Prophet did not aim to create a new system of jurisprudence. His authority was not legal. As far as believes were concerned he derived his authority from the truth of his religious message, sceptics supported him for political reasons."[8]

شاخت کہتا ہے کہ اس طرح قانون مذہب کے دائرۂ اختیار سے باہر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کا مقصد نیا فقہی و قانونی نظام بنانا نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان کے پاس اس کا قانونی طور پر اختیار تھا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو انھوں نے سچ کے ذریعے سے یہ اختیار حاصل کیا ہے۔

شاخت کے اعتراض کا جواب

سب سے پہلے ہم شاخت کے اعتراض کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شاخت کی تھیوری یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک نیا قانون یا فقہی نظام بنانا ہی نہیں چاہتے تھے اور مزید یہ کہ آپ ﷺ کو تو اس کام کا قانونی طور پر اختیار ہی حاصل نہ تھا۔

سب سے پہلے ہم مستند دلائل اور تاریخی شواہد اور قرآن و سنت کی روشنی میں یہ ثابت کریں گے کہ آپ ﷺ کو قانونی طور پر یہ اختیار حاصل تھا کہ آپ ﷺ فقہی و قانونی نظام وضع کرتے۔

[8]Muhammad Mustafa Azmi, *On the Origins of Muhammadan Jurisprudence,* (Lahore: Suhail Academy, 2004), p. 1.

قرآن کی روشنی میں

شاخت کے اس مؤقف کا جائزہ ہم قرآن مجید کی روشنی میں لیتے ہیں کہ قرآن میں اس بارے میں کیا معلومات موجود ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ[9]

(رسول کریم ﷺ انھیں اچھائی کا حکم دیتے ہیں بُرائی سے روکتے ہیں۔ پاکیزہ چیزوں کا حلال کرتے، ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔ ان کے سر کا بوجھ ہلکا کرتے اور گردنوں کی زنجیر جو ان پر تھی اسے کھولتے ہیں۔)

اس آیتِ مبارکہ پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف مبلغ و مصلح تھے بلکہ یہ آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں شامل تھا کہ آپ ﷺ نیکی کا حکم دیں اور بُرائی سے روکیں اور یہی نہیں صرف بلکہ پاکیزہ اور طیب چیزوں کو ان پر حلال کرنے والے اور اسی طرح ناپاک اور نجس چیزوں کو ان کے لیے حرام قرار دینے والے تھے۔ یہ آیتِ مبارکہ آپ ﷺ کے اختیارات اور Legal Authority رکھتے تھے کہ آپ ﷺ مسلمانوں کے لیے حلال اور حرام کا تعین فرمادیں۔ اسی طرح ایک اور آیتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کی آئینی اور Legal حیثیت کو بیان کیا جارہاہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ١ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[10]

(جو کچھ رسول تمھیں دے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو اور جس سے منع کردے تو اسے ترک کردو۔)

اس آیتِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی قانونی و فقہی حیثیت کو بالکل واضح انداز متعین فرمادیا گیاہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہی تمھارے لیے حتمی اور آخری Authoriy ہے۔ لہٰذا ان آیات کی روشنی میں دو چیزیں بالکل واضح ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہیں کہ ایک تو نبی کریم ﷺ کو دین اسلام میں فقہی و قانونی حیثیت حاصل ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ کی منشاء اور مرضی یہ تھی کہ اسلامی فقہ اور قانون وجود میں آئے جو قیامت تک کے لوگوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہو۔ کیوں کہ اگر مشیتِ ایزدی نہ ہوتی تو آپ ﷺ کی بطور قانون ساز اور شارع کی حیثیت کا

---

9 الاعراف 7: 157 — Al Qur'ān 7:157

10 الحشر 59: 7 — Al Qur'ān 59:7

تعین کرنے کی کیا ضرورت تھی لہٰذا یہ آیاتِ مقدسہ ایک طرف تو آپ ﷺ کی قانونی حیثیت کا تعین کر رہی ہیں تو دوسری طرف اُس قانون اور فقہ اسلامی کے وجود کا تقاضا بھی کر رہی ہیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

جیسا کہ ہم نے قرآن کی روشنی میں محکم دلائل کے ذریعے سے اس بات کو ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ آپ ﷺ بطور قانون ساز اور شارع کی حیثیت سے اسلامی قوانین و احکام وضع کرنے والے ہیں اور ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اسلامی قوانین و احکامات نبی کریم ﷺ کی ذاتی خواہش پر مبنی نہیں ہیں بلکہ یہ منشائے الٰہی کا مظہر مقتضا ہیں۔ اب ہم حدیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی تشریعی و قانونی حیثیت کا جائزہ لیں گے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں موجود ہے:

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلاَ هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلاَلاً اسْتَحْلَلْنَاهُ. وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللهِ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ.))[11]

(حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: خبردار رہو قریب ہے کہ کسی آدمی کو میری طرف سے حدیث پہنچے اور وہ اپنے بستر پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور کہے ہمارے اور تمھارے درمیان کتاب اللہ موجد ہے اس میں جو چیز حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جو چیز حرام پائیں گے اسے حرام جانیں گے۔ حالانکہ اللہ کا رسول بھی ویسے ہی حرام ٹھہراتا ہے جیسے کہ خود اللہ تعالیٰ۔)

اس حدیثِ مبارکہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ آپ ﷺ کے احکامات کی قانونی حیثیت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے احکامات بھی اصل میں احکامِ خداوندی ہی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بات سے خطا کھا جاؤ کہ یہ تو کتاب اللہ میں موجود نہیں یا بعض اوقات عمومی انداز میں احکام بیان ہوئے ہیں جن کی نبی کریم ﷺ نے صراحت اور وضاحت فرمائی ہے تو نبی کریم ﷺ کا صراحت اور وضاحت کرنا ہی مسلمانوں کے لیے ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے وضاحت و صراحت فرمائی ہو۔

---

[11] محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، سنن الترمذي (بیروت: دار احیاء التراث العربي، س ن)، ج:4، ص:335۔ رقم الحدیث 2664

Muhammad bin Esā, Abu Esā, Sanun Al Tirmidhi, (Beruit: Dār Ahya ul Tarās ul Arbi), 4/335, Ḥadīth No.2664

دلائل کا منطقی تجزیہ

اگر ہم شاخت کے اعتراضات اور دوسری طرف قرآن و سنت میں موجود دلائل کا جائزہ لیں تو جو نتیجہ ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ شاخت کا اعتراض جو کہ محض ایک مفروضے پر قائم ہے جو وہ علومِ اسلامیہ کے سطحی مطالعہ کے بعد قائم کرتا ہے۔ جب کہ دوسری طرف قرآن و سنت کے واضح دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی بطور قانون ساز شارع کی حیثیت مسلمہ تھی اور اس کے ساتھ ساتھ عقل بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ دین اسلام جو کہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ضابطہ حیات ہے وہ اپنا دستور وآئین رکھتا ہو۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ وہ قانون اور دستور انسانوں کا بنایا ہوا نہ ہو۔ بلکہ الوہی قانون ہو۔ جو ہر دور اور ہر صدی کے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اسلامی قوانین و احکام اپنی مسلمہ حیثیت کو قائم ہوئے ہیں اور دنیا میں Exist کرتا ہے۔ تو یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ یہ منشائے الٰہی کے مطابق اور قریب تر قانون ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License